مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ

پندرہویں صدی میں عالمِ اسلام کیلئے دس نکاتی پروگرام

پندرھویں صدی ہجری کے متعلق ہم نے مولانا موصوف کا ایک نہایت وقیع مقالہ جو ماضی وحال کے آئینہ میں جائزہ بھی تھا تبصرہ بھی اور پیغام بھی۔ شائع کیا تھا۔ موجودہ اضافی مضمون بھی مولانا مدظلہٗ نے اس صدی میں عالمِ اسلام کے لئے ایک دس نکاتی پروگرام نہایت جامع اور وقیع انداز میں پیش فرمایا ہے جو عالمِ اسلام کیلئے دعوتِ فکر وعمل دے رہا ہے۔ " ادارہ "

ساتویں صدی اور دسویں صدی ہجری میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے جو واقعات اور اسباب بیان کئے گئے ہیں ان سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہوگا کہ اسلامی معاشرہ کو ہر دور میں ایسے ربانی حقانی۔ بیدار مغز عالی ہمت مصلحین اور داعیوں کی ضرورت ہے۔ جو دعوت الی اللہ اور نفوس قدسیہ کی اصلاح وتربیت کا کام ناسازگار سے ناسازگار ماحول میں انجام دیں، جب اسلامی حکومتیں زیر وزبر ہو رہی ہوں، مادیت اور خواہشات نفسانی کے سیلاب بلا میں لوگ تنکوں کی طرح بہے چلے جارہے ہوں۔ مال و دولت کے حصول کی ایک اندھی "ریس" جاری ہو، وہ گرتے ہوئے دلوں کو تھامنے، اللہ تعالیٰ سے ان کو جوڑنے، اور ان میں تازہ ایمان ویقین، محبت اور خوف الٰہی اور اعتماد و توکل پیدا کرنے کے کام میں لگ جائیں، وہ لوگوں کو پست اغراض سے بلند رہنے کا سبق دے رہے ہوں، دنیا کے مال ومتاع کی حقارت ان کے دل میں جاگزیں کر رہے ہوں، دولت وحشمت اور سلطنت وقوت کے سامنے سرنگوں اور سجدہ ریز ہوتے ضمیر وملت فروشی اور ملکوں اور قوموں کا سودا کرنے سے بیزار اور بالاتر بنائیں اور عقیدہ واصول کے لئے قربانی اور راہِ خدا میں شہادت کی آرزو سینوں میں بیدار کردیں، ناامیدیوں کے گھٹاٹوپ اندھیرے سے نکال کر رحمت ونصرتِ الٰہی کی روشنی میں لے آئیں، زوال آمادہ اور کرم خوردہ معاشرہ کو ایسے اہل طاقتور اور امانت دار اشخاص مہیا کریں جو حکومت کی نازک سے نازک ذمہ داریوں کو سنبھال سکیں، اور اسلام کی سرحدوں کی حفاظت ونگہداشت کرسکیں، یہ وہ ربانی حقانی لوگ ہیں جو اپنے اپنے معاشرہ وماحول میں وہ خدمت انجام دیتے ہیں، جو خواجہ حسن بصریؒ نے بنوامیہ کے دور میں اور حافظ ابن جوزیؒ حجۃ الاسلام غزالیؒ اور سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ نے عباسیوں کے دور میں انجام دی تھی۔

ان ربانی اشخاص کا وجود ہر ملک اور ہر زمانہ کی بنیادی ضرورت ہے، وہ اس وقت کامیاب و بامراد ہوتے ہیں، جب حکومتیں ناکام ونامراد ہو جاتی ہیں[1] ان کا علَم دولت و اقبال اس وقت بلند ہوتا ہے جب حکومتوں اور طاقتوں کے فلک بوس جھنڈے سرنگوں ہو جاتے ہیں، اسلامی معاشرہ کے لئے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ وہ ان نفوس قدسیہ سے سراسر محروم ہو جائے، بہت سے وہ اسلامی اور عرب ملک جہاں اللہ تعالیٰ نے رزق اور اپنی نعمتوں کے دہانے کھول دیئے ہیں، وہاں آج بشدت یہ "دعوتی و روحانی خلاء" محسوس ہوتا ہے۔ یہ خلاء وسیع تنظیمات عظیم علمی اداروں، سیاسی واشاعتی سرگرمیوں، فلک شگاف نعروں اور خدمتِ دین کے بلند بانگ دعووں سے پر نہیں کیا جا سکتا۔

دینی دعوت اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے جو کوششیں دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں میں مختلف انداز سے اور اپنی اپنی بصیرت، تجربے اور حالات کے تقاضہ سے ہو رہی ہیں، ان کو اپنے اپنے مرتبے پر رکھتے ہوئے، اور ان کی کسی نہ کسی درجہ میں افادیت کا اعتراف کرتے ہوئے۔ اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس پندرہویں صدی ہجری میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور مسلم معاشرہ کو مزید انحطاط و زوال کے خطرے سے بچانے اور نئی صدی ہجری کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے کچھ معین نقاط (POINTS) اور چند واضح خطوط (LINES) خواہ ان کی حیثیت اشارات اور عنوانات سے زیادہ نہ ہو) پیش کر دیئے جائیں، شاید با توفیق اور بلند حوصلہ کارکنوں اور اسلام اور مسلمانوں کے لئے فکر مند جماعتوں کو ان سے کچھ روشنی یا مدد حاصل ہو۔

ا۔ مسلم عوام میں ایمان و عقیدہ کو طاقت پہنچانے (جس کی چنگاریاں اس کے خاکستر میں بہر حال موجود ہیں۔)

---

[1] پروفیسر ہٹی HITTI نے (جیسا کہ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے اپنی کتاب "تاریخ مشائخ چشت" میں نقل کیا ہے) اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ:

"سیاسی اسلام" کے نازک ترین لمحات میں" مذہبی اسلام نے بعض نہایت شاندار کامیابیاں حاصل کیں"۔

(HISTORY OF THE ARABS P.475)

یعنی اسلام نے ایک دین اور جاوداں پیغام کی حیثیت سے کامیابی و کامرانی حاصل کی جبکہ اسلام ایک نظام حکومت کی حیثیت سے بعض اوقات شکست و ہزیمت سے دوچار ہوا۔ واضح رہے کہ اسلام میں دین و سیاست کی کوئی تفریق نہیں ہے، جیسا کہ ہٹی کی عبارت سے مترشح ہوتا ہے۔

یہی بات ہالینڈ کے ایک فاضل مورخ لوکے گارڈ FRCIDE LOKKE GAARD نے بھی کہی ہے وہ لکھتا ہے: "گو اسلام کا سیاسی زوال تو بارہا ہوا لیکن روحانی اسلام میں ترقی کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا"۔

اور ان کے دینی شعور کو بیدار و متحرک بنانے کی ضرورت ہے، ان مسلم عوام کی اسلام کے ساتھ وابستگی اور اس کے لئے گرم جوشی (خواہ وہ بعض اوقات حالات و حوادث ہی کا نتیجہ ہو) ایک ایسی بلند و مستحکم فصیل اور اسلام کا آہنی حصار ہے جس کی بدولت بہت سی مسلم (یا مدعی اسلام) قیادتوں اور حکومتوں کو کھل کر کفر کا راستہ اختیار کرنے اور اپنے ملکوں اور ماتحت مسلم قوموں کو کفر و الحاد کی آغوش میں ڈال دینے کی ہمت نہیں ہوتی، اور اسلام ان تمام سازشوں اور منظم اور وسیع منصوبوں کے باوجود جو اس کو ان ملکوں سے بے دخل کرنے کے لئے اندرون یا بیرون ملک تیار کئے جاتے ہیں ان ملکوں میں زندہ اور کسی نہ کسی درجہ میں فعال اور مؤثر ہے، خدانخواستہ اگر کسی دن یہ حصار ٹوٹ گیا اور مسلم عوام کا رشتہ اور ان کی روحانی اور جذباتی وابستگی اسلام سے ختم ہوگئی تو پھر ان ملکوں میں اسلام کے بقا اور تحفظ کی کوئی ضمانت، اور ان قیادتوں (LEADER SHIPS) اور حکومتوں کے کھل کھیلنے اور اپنے ملکوں کو اسپین اور ترکستان بنا دینے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی، پھر یہی عوام اور نرم اور بار آور زمین ہے جس سے ہر طرح کی قدرتی دولت حاصل کی جا سکتی ہے اور اس پر ہر طرح کے پر ثمر باغات لگائے جا سکتے اور محل تعمیر کئے جا سکتے ہیں، یہ وہ خام مال (RAW MATERIAL) ہے جس سے بہترین انسانی مصنوعات تیار کی جا سکتی ہیں۔ اور مردم سازی اور آدم گری کا کام کیا جا سکتا ہے۔ صدہا خامیوں اور قابل اصلاح پہلوؤں کے باوجود یہ وہ انسانی مجموعہ ہے جس پر پیغمبرانہ توجہات اور اہل قلوب اور اہل خلوص کی محنتیں صرف ہوئی ہیں۔ اور وہ آج بھی اپنے خلوص قلب، اپنی محبت اور گرم جوشی اور ایثار و قربانی کے جذبہ اور صلاحیت میں دوسری انسانی جماعتوں اور مذہبی قوموں سے فائق و ممتاز ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ اس کی ضرورت ہے کہ ان مسلم عوام (MASSES) اور مسلم ممالک کی مسلم آبادی میں ان صفات کو بھی پیدا کرنے اور اس اسلامی سیرت کو بروئے کار لانے کے لئے بھی سخت جدوجہد کی جائے، جن کی بنا پر انسانی نفوس، نصرت آسمانی اور فتح و کامرانی کے مستحق ہوتے ہیں اور جن کی وجہ سے مخالفتوں اور رکاوٹوں کے پہاڑ گرد و غبار بن جاتے ہیں، مثلاً صحیح عقیدہ، توحید خالص جو شرک کے شائبہ سے محفوظ ہو، اسلامی سیرت اور اسلامی معاشرہ جو جاہلی رسم و رواج اور غیر مسلم اقوام کی تقلید سے پاک ہو۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مسلم معاشرہ کو اس مرض، نفاق اور اس "تضاد" سے پاک کیا جائے جو عرصہ سے اس میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور جو اسلام کی اصل تعلیمات اور مثالی مسلم معاشرہ کے منافی ہے، اسی طرح ان کے اخلاق و عادات اور نفس امارہ کو دولت و طاقت کے ان اثرات سے بھی اس کو بچانے کی کوشش کی جائے جن کی بنا پر انبیاء سابقین کی بہت سی امتیں مستحق عذاب اور مورد غضب الٰہی ہوئیں، اسی طرح مغربی اقوام کے اس "اخلاقی جذام" سے بھی ان کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے جس میں مغربی تہذیب اور اہل مغرب مبتلا ہیں، اور اب وہ چاہتے ہیں مشرقی اقوام اور بالخصوص

مسلم ملکوں میں بھی وہ پوری طرح پھیل جائے۔

لیکن یہ اصلاحی کام ادھورا رہے گا۔ اور اس کے صحیح نتائج ظاہر نہیں ہوں گے جب تک کہ مسلمانوں میں صحیح دینی شعور پیدا کیا جائے اور ان کو صحیح ذہنی تربیت نہ ہو، ضرورت ہے کہ ان میں حقائق اور مسائل کا صحیح فہم اور دوست اور دشمن میں تمیز کی صلاحیت پیدا ہو، ان کا شعور اتنا بالغ اور ان کا دینی فہم اتنا عمیق ہو کہ وہ گہرے سیاسی مقاصد رکھنے والے رہبروں، سیاسی بازی گروں اور کھوکھلے نعروں سے دھوکہ نہ کھائیں اور عالم اسلام میں پھر روح فرسا المیوں (TRAGADIES) کا اعادہ نہ ہو، جن میں بعض بڑی پرجوش مسلم قومیں اور ممالک، جاہلی قوم پرستی (NATIONALISM) یا لسانی (LINGUISTIC) اور ثقافتی (CULTURAL) تعصبات کی آندھیوں میں پتوں کی طرح اڑ گئے، اور آسانی کے ساتھ شاطر قیادتوں اور غیر ملکی سازشوں کا شکار ہو کر اپنی سادگی اور شعور کی ناپختگی کی بھینٹ چڑھ گئے [1]۔

۲۔ دینی حقائق اور قرآنی و ایمانی اصطلاحات کو نیز دین کے صحیح تصور اور فہم کو ہر طرح کی تحریف سے بچایا جائے، اور ان کو جدید عصری و مغربی تصورات اور سیاسی و اقتصادی نظاموں کے (بے اعتدالی کے ساتھ) تابع اور مطابق بنانے اور اسلام کی خالص سیاسی تشریح و تعبیر اور اسلام کو ایک نظریہ حیات ثابت کرنے اور عصری فلسفوں اور سیاسی نظاموں کی سطح پر لے آنے میں شدید احتیاط برتی جائے، اس لئے کہ حکومت و اقتدار اور نظام و فلسفہ، تغیر و ترقی پذیر چیزیں ہیں لیکن یہ دینی حقائق اور دین کا صحیح عقیدہ اسلام کی دائمی بنیاد اور وہ نقطہ ہے جس سے اس کا آغاز اور انجام مربوط ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانہ میں انہیں کی دعوت دی۔ اور انہیں کے راستہ میں ان کی ساری جدوجہد اور جہاد تھا۔ اسی طرح ہر ایسی چیز سے احتیاط ضروری ہے جس کی بنیاد "ایمان بالآخرۃ" پر نہ ہو اور جس سے حصول رضائے الٰہی کا جذبہ کمزور اور ایمان و احتساب [2] کی روح مضمحل ہوتی ہو، اور تقرب الی اللہ زندگی کی اصل غایت نہ ٹھہرتی ہو، نیز جس تعلیم و تلقین اور تفہیم و تشریح سے دور جاہلیت کی بت پرستی (جو ابھی زندہ ہے) اور شرک اور اس کے عام اعمال و مظاہر کی قباحت و نفرت کم ہوتی ہو، اور اسکو دور جاہلیت کی ایسی یادگار سمجھنے کا ذہن پیدا ہوتا ہو جس کا زمانہ لد گیا، اور جس کی اب اس ترقی یافتہ دور میں کوئی گنجائش نہیں [3]۔

---

[1] ملاحظہ ہو مصنف کا رسالہ "لسانی و تہذیبی جاہلیت کا المیہ اور اس سے سبق" شائع کردہ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ (اردو، عربی، انگریزی، بنگالی ایڈیشن)

[2] کسی کام کو محض اللہ کے وعدوں پر یقین اور اسکے موعود اجر و ثواب کے لالچ میں انجام دینے کو "احتساب" کہتے ہیں۔

[3] تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مصنف کی کتاب "منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین" (اردو، عربی، انگریزی،

حالانکہ بقول علامہ اقبال ؎

اگرچہ پیر ہے مومن، جواں ہیں لات و منات

۳۔ ذات نبوت (علیہ الف الف سلام) سے مسلمان کے روحانی اور جذباتی تعلق پیدا ہونے اور برقرار رہنے کی کوشش، دل میں آپ کے لئے گہری محبت اور مسلم معاشرہ میں عشقِ نبوی پیدا کرنے کی کوشش جو ایک مسلمان کی نظر میں آپ کو اہل وعیال یہاں تک کہ اپنی ذات سے زیادہ محبوب بنا دے، جیسا کہ صحیح احادیث کے مطابق وہ ایمان کا تقاضہ اور اس کی علامت ہے، اور اس بات پر ذہنی طور پر پورا اطمینان اور اعتماد کہ آپ "ختم الرسل، مولائے کل، دانائے سبل" ہیں۔ اور ایسے تمام اثرات سے احتراز جو محبت کے ان سرچشموں کو خشک و نایاب، سنت پر عمل کرنے، اسوۂ رسول کی پیروی اور سیرت کے مطالعہ کے شغف اور اس کے تاثر کو کمزور کر دیں، یہی وہ وابستگی اور گرویدگی تھی جس نے عجمی قوموں کو اسلام کے رشتہ سے منسلک اور غیر اسلامی تہذیب اور قومیتوں میں تحلیل ہو جانے سے محفوظ رکھا۔

یہ پہلو اس زمانہ میں ممالک عربیہ کے لئے خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے۔ جہاں پچھلے برسوں میں عرب قوم پرستی کی تحریکوں، عیسائی اور یہودی مصنفین کی کتابوں اور جدید عرب ادیبوں اور ان داعیوں و فضلا نے جو محبت کے عنصر سے محروم یا مقامِ "محمد عربی" سے ناآشنا تھے، اس کو اس حد تک کمزور کر دیا ہے کہ اب اس کے دوبارہ احیاء اور تقویت اور ایک ایسے ایمان افروز اور روح پرور اسلامی ادب کی ضرورت پیدا کر دی ہے[1] جس کے پیش کرنے والے ایک عجمی عاشقِ رسول (اقبال) کے الفاظ میں کہہ سکیں گے ؎

سپاہِ تازہ برانگیزم از ولایتِ عشق
کہ در حرم خطرے از بغاوتِ خرد است

۴۔ مسلمانوں کے تعلیم یافتہ طبقہ میں اور جن کے ہاتھ میں آج ممالک اسلامیہ کی فکری تعلیمی قیادت اور ذرائع ابلاغ ہیں، اسلام کی ہر زمانہ میں رہنمائی کرنے، نئے نئے مسائل کا سامنا کرنے، نئی نئی گتھیوں کو سلجھانے اور انسانی قافلہ کو اس منزلِ مقصود پر پہنچانے اور کشتئ حیات کو کنارہ لگانے کی صلاحیت پر اعتماد کی بحالی، جو غلط تعلیم اور مغربی افکار کے اثر سے یا تو ختم ہو گیا ہے۔ یا متزلزل ہو چکا ہے۔ اس طبقہ نے فرض کر لیا ہے کہ اسلام ایک ایسی بیٹری یا ٹارچ ہے جس کا مسالہ ختم ہو گیا ہے۔ یا ایک ایسی بتی ہے جس کا تیل ختم، اور اس کا فتیلہ جل چکا ہے۔ اس کے دل میں از سرِ نو یہ اعتقاد اور اعتماد پیدا کرنا کہ اسلام ایک عالمی اور جاوداں پیغام ہے

---

[1] ملاحظہ ہو مصنف کی کتاب "الطریق الی المدینۃ" یا اس کا ترجمہ "کاروانِ مدینہ"

جس میں زمان و مکان کی کوئی تفریق نہیں، اس کی ہر زمانہ میں کشتی نوح کی حیثیت ہے جو تنہا غرق ہونے سے بچا سکتی ہے۔

اس اعتماد کا اس طبقہ کے دلوں سے بالکل نکل جانا، یا اس کا کمزور پڑ جانا اس طبقہ کا وہ اصلی مرض ہے جو اس وقت اس کے اکثر خلاف اسلام اقدامات، اور "اصلاحات" کا محرک اور اس ذہنی و تمدنی ارتداد کا سبب ہے۔ جس نے اس وقت پورے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ اور جس کی وجہ سے ان رہنماؤں اور اہل حکومت اور مسلم عوام کے درمیان وہ عمیق و عریض خلیج پیدا ہو گئی ہے۔ جو کسی طرح سے پر نہیں ہوتی اور جسکی وجہ سے ان ملکوں میں ایک شدید ذہنی تہذیبی اور معاشرتی کشمکش برپا ہے، جو کبھی کبھی بغاوں اور انقلابات پر منتج ہوتی ہے۔

۵۔ اسلامی ممالک میں نظام و نصاب تعلیم کی بنیادی تبدیلی، اور از سر نو تشکیل جو ان مسلم اقوام و ممالک کے قد و قامت، قدر و قیمت، پیغام و فرائض اور اغراض و مقاصد سے پوری مطابقت رکھتی ہو، اور جو قطعاً کسی دوسرے ملک یا "کیمپ" سے درآمد نہ کی گئی ہو، بلکہ ان مسلمان ماہرین تعلیم اور ماہرین فنون کے اجتہاد و مطالعہ، اسلام کے عمیق و جامع فہم، اور بصیرت و تجربہ کا نتیجہ ہو، جو قدیم و جدید اور مشرق و مغرب کے خود ساختہ حدود و خطوط سے بالاتر اور آزاد ہوں، یہ ایک ایسا ضروری کام ہے جس میں مطلق تاخیر کی گنجائش نہیں، اس کے بغیر یہ اسلامی ممالک اپنے پاؤں پر نہ کھڑے ہو سکتے ہیں، نہ اپنے دماغ سے سوچنے کے قابل ہو سکتے ہیں، نہ اپنے عزم و ارادہ سے ان ممالک کا نظام چلا سکتے ہیں اور نہ ان ممالک کی دانش گاہیں، ادب و صحافت اور ذرائع ابلاغ، اسلام کے مزاج و روح اور معاشرہ کی ضرورت کے مطابق فرض انجام دے سکتے ہیں[1]۔

۶۔ ایک ایسی طاقتور، عالمگیر، علمی و تحقیقی تحریک، جو جدید نسل کا اسلام کے علمی ذخیرہ سے رشتہ استوار کر سکے۔ اسلامی علوم میں نئی روح پھونک سکے۔ اور اس حقیقت کو ثابت کر سکے کہ اسلامی قانون اور فقہ نہایت وسیع اور ترقی پذیر قانون ہے، وہ ایسے ابدی اصولوں پر قائم ہے، جو کبھی فرسودہ اور از کار رفتہ نہیں ہو سکتے، جس میں زندگی کے تغیرات و ترقیات کا ساتھ دینے کی پوری صلاحیت ہے اور جس کی موجودگی میں کسی وضعی، اور انسانی قانون کی پناہ لینے کی ضرورت نہیں، یہی عصر حاضر کا وہ "تجدیدی" کام ہے جو اسلامی ملکوں، اور موجودہ اسلامی معاشرہ کو ذہنی و معاشرتی ارتداد سے بچا سکتا ہے۔ اور مغرب زدگی و تجدد کے اس دھارے کو روک سکتا ہے۔ جو عالم اسلام میں، اس وقت پوری طغیانی پر ہے۔[2]

---

[1] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مصنف کی اس عنوان پر مستقل تصنیف "نحو التربیۃ الاسلامیۃ الحرۃ" یا اردو کتاب "اسلامیت و مغربیت کی کشمکش" عنوان "مغربی نظام تعلیم" اور "زہر کا تریاق" ص ۲۲۰ - ۲۳۴

[2] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مصنف کی کتاب "اسلامیت و مغربیت کی کشمکش" عنوان "قانون اسلامی میں تدوین جدید کی ضرورت" ص ۱۵۱ - ۱۵۵

۷۔ اسلامی ممالک اور مسلم معاشرہ میں اس اسلامی تمدن کی کارفرمائی اور جلوہ نمائی کی کوشش جو اسلام کے اصول و مقاصد، طہارت و عفت، اعتدال، ذوقِ سلیم، قرآنی تعلیمات، اسوۂ رسول، اور قرونِ اولیٰ کی اسلامی زندگی اور اسلام کے مثالی معاشرہ کے بہت سے محاسن کا جامع ہے۔ کسی ملک اور قوم کا محض عقائد و عبادات سے وابستہ رہنا، اور اس تمدن سے کنارہ کشی اختیار کر لینا جو ان دینی تعلیمات اور ان کے وسیع، جامع اور لچکدار اصول کے ماتحت پروان چڑھا ہو اور کسی اجنبی تمدن کا اختیار کر لینا، دین کو عبادت گاہوں اور مذہبی رسوم (RITUALS) میں محدود اور ان ممالک کو تہذیبی و معاشرتی ارتداد کے خطرے سے دوچار کر دینے کے مترادف ہے۔ جہاں تک ان مسلم ممالک کا تعلق ہے جو مغربی تہذیب کے زیرِ اثر ہیں، ان میں دانایانِ فرنگ کی سازش پورے طور پر کامیاب ہو گئی ہے۔ جنہوں نے ان ممالک کو چند عبادات اور اسلامی شعائر کو چھوڑ کر بالکل اپنے رنگ میں رنگ لیا ہے۔ اور حکومت کے دفاتر سے لے کر قومی زندگی کے تمام شعبوں اور دائروں، سکونتی مکانات اور ہوٹلوں میں بعض اوقات یہ پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے کہ ہم کسی مسلم ملک میں ہیں، یا کسی خالص مغربی ملک میں۔ ملی تشخص اور دین کے ساتھ زندہ اور طاقتور ربط کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے لئے پیدا کیا ہوا مخصوص تمدن اور طرزِ زندگی بھی ان ملکوں میں کارفرما ہو کہ تمدن اور زندگی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔[1]

۸۔ عالمِ اسلام کی اس وقت ایک بڑی ضرورت یہ ہے کہ ایک ایسی فکری قیادت ابھرے جو مغربی تہذیب کا جرأت، اعتماد اور قوت و اجتہاد کے ساتھ سامنا کرے اور اس تہذیبِ جدید کے مختلف سانچوں، مکاتبِ فکر اور طریقہ ہائے عمل کے درمیان ایک نیا راستہ پیدا کرے، ایسا راستہ جو تقلید، نقل، غلو اور انتہا پسندی سے محفوظ، ظاہری اشکال، مظاہر اور سطحی نقطۂ نظر سے بلند ہو، حقائق اور وسائلِ قوت اور مغز کی طرف متوجہ ہو، اور اس کے ظاہری خول میں نہ الجھے، مغربی تہذیب اور علوم کے ساتھ خام مال (RAW MATERIAL) کا سا معاملہ کرے اور اس سے ایک نئی طاقتور تہذیب کی عمارت تعمیر اور زندگی کا ایک ڈھانچہ تیار کرے جو اس کے مقاصد اس کے عقیدے اور اس کے اصولِ اخلاق کے ساتھ ہم آہنگ ہو، یہ وہ انقلاب انگیز اور مجتہدانہ کام ہے جس کے بغیر عالمِ اسلام حقیقی طور پر آزاد اور خود کار نہیں ہو سکتا۔[2]

۹۔ ان حکومتوں کو جو مسلم اکثریت کے مالک ہیں دین پسند اور اسلام دوست عناصر سے برسرِ پیکار ہیں اور وہاں ایک معنوی و اقتصادی نسل کشی (GENOCIDE) کی مہم جاری ہے۔ اور اس پر اس ملک کے قائدین اور حکمرانوں کی

---

[1] اس موضوع پر مصنف کا مستقل رسالہ ملاحظہ ہو "اهمية الحضارة في تاريخ الديانات وحياة اصحابها" ص ۲۷۷ تا ص ۲۸۱ (مذہب کی تاریخ اور ان کے پیروؤں کی زندگی میں تمدن کی اہمیت) شائع کردہ دار عرفات رائے بریلی۔

[2] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو "اسلامیت و مغربیت کی کشمکش" عنوان "عالمِ اسلام کا سب سے بڑا خلا"۔

(جو کسی فوجی انقلاب کے نتیجہ میں یا کسی سازش کے ماتحت) حکومت و اقتدار میں آگئے ہیں۔ بہترین توانائیاں صرف ہو رہی ہیں، نیز بعض ان عرب ممالک کے سربراہوں کو جو دینی حقائق و مفاہیم اور شرعی احکام و نصوص میں ایسی تبدیلی لانا چاہتے ہیں جو ان کی سیاسی اغراض، شخصی کمزوریوں یا غیر ملکی منصوبوں کی کامیابی میں مدد کر سکیں، یہ باور کرانے کی کوشش کرنا کہ یہ حکمت عملی بے نتیجہ، قومی سالمیت اور استحکام کے لئے مضر اور انتشار انگیز کوشش ہے جو ہر مسلم ملک میں ناکام ہو چکی ہے، ان کو ان مقاصد اور کوششوں کیطرف متوجہ کرنا، جو ملک کے لئے حقیقی طور پر مفید اور اس کی طاقت و حفاظت کا ذریعہ ہیں۔

اسی طرح سے ان مسلمان حکومتوں اور ان کے سربراہوں کو جن کے دل میں اسلام کی عزت و محبت ہے شریعت اسلامی کے نفاذ اور اسلامی قوانین کے اجراء پر اور اس مقصد کے لئے مناسب فضائل اور ماحول تیار کرنے پر آمادہ کرنا اور اس بات کا یقین دلانا کہ یہ تبدیلی خدا کی طرف سے فتح و نصرت اور معاشرہ میں سعادت و برکت پیدا ہونے کا موجب ہو گی۔

اسی کے ساتھ عالم اسلام میں ایک ایسی مرکزی قیادت کے عالم وجود میں آنے کی فکر و سعی جو "شورائیت" کے اسلامی اصول اور "تعاون علی البر والتقوی" کی بنیاد پر قائم ہو، اور اپنی اس کوتاہی اور محرومی پر کم سے کم تاسف و ندامت کہ اس وقت عالم اسلام خلافت کے اس ضروری ادارے اور اس مبارک نظام سے محروم ہے، جس کے قیام کے مسلمان مکلّف بنائے گئے تھے اور جس سے محرومی کا جرمانہ وہ مختلف شکلوں میں ادا کر رہے ہیں۔

۱۰۔ جہاں تک خالص غیر مسلم ممالک کا تعلق ہے وہاں اسلام کا ایسا مؤثر اور معقول تعارف اور اس طرح اسلامی دعوت کا پیش کرنا جو اسلام کے مزاج اور اس زمانہ اور ان کی قوموں کی نفسیات کے مطابق ہے، اس لئے کہ ان ممالک میں (صحیح دین اور روحانی و اخلاقی تعلیم کا خلا موجود ہونے اور تہذیب حاضر کی ناکامی کی وجہ سے) اسلام کے لئے روشن امکانات پیدا ہو گئے ہیں، اور اس کی اشاعت کا وسیع میدان پایا جاتا ہے۔

جہاں تک ان ممالک کا تعلق ہے جن میں مسلم اقلیتیں پائی جاتی ہیں وہاں مسلمانوں کو اپنی نئی نسل کی دینی تعلیم کے آزاد و خود کفیل انتظام، اپنے پرسنل لاء[1] کے تحفظ، نئے نئے قوانین کے بارے میں بیدار مغزی اور خودداری کا ثبوت دینے کے ساتھ ان ممالک کی اخلاقی قیادت کے خلا کو پر کرنے کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ جس کو صرف وہی پر کر سکتے ہیں بلکہ جس کے ذریعہ سے وہ نہ صرف اپنی افادیت و ضرورت ثابت کر سکتے ہیں بلکہ اس بر سر انحطاط معاشرہ اور ان زوال پذیر ملکوں کے نجات دہندہ اور معمار بن کر ان کے محبوب رہنما اور محترم قائد بھی بن سکتے ہیں[2] اور اسطرح

([illegible])

---

[1] ملاحظہ ہو دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش اور مسلم پرسنل لاء بورڈ (مونگیر) کیطرف سے شائع کیا ہوا لٹریچر۔

[2] تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مصنف کا رسالہ "تحریک پیام انسانیت کے بارے میں ایک اہم انٹرویو" حلقہ پیام انسانیت لکھنؤ